

اسلام میں نظام عدل گستری

پروفیسر عبدالحفیظ صدیقی

عام طور پر انصاف کرنے کے عرب میں تین طریقے تھے۔ (۱) ایک طریقہ تو بچوں کا تھا۔ یعنی نصل خصوصاً کے لئے قبیلہ واری پنچ مقرر ہوتے تھے۔ ان کے سامنے فریقین حاضر ہوتے۔ اپنا مقدمہ پیش کرتے اور پنچ کا فیصلہ قطعی ہوتا تھا۔ بالعموم یہ کوشش ہوتی تھی کہ جرم کو دفن یعنی محو کر دیا جائے تاکہ انتقام کا جذبہ ابھرنے نہ پائے۔^{۳۲}

(۲) پیچیدہ مقدمات میں کاہنوں سے رجوع کیا جاتا تھا جو مذہبی پیشوا یا علم غیب کے مدعی تھے۔ چنانچہ شق اور سطح دو مشہور کاہن تھے۔ (الف) قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کاہن بعض دفعہ بیانات سننے سے پہلے ہی صحیح فیصلہ لگاتے تھے۔^{۳۵} کاہنوں کے فیصلوں کی تعمیل کرنے کے لئے کوئی عاملانہ طاقت تو نہ تھی لیکن لوگوں کے توہمات ہی تہدید کا کام کر جاتے تھے۔ گو کاہنوں کی نجی حیثیت ہوتی تھی لیکن جھگڑوں اور قانونی مسائل میں وہ "قانون گو" کا کام دیتے تھے۔ اسی وجہ سے "کاہن اور حکم کے مفہوم میں بہت کم فرق سمجھا جاتا تھا۔ الخطیہ نظم ۱۷ بیت نمبر ۱ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۱ھ ج ۲ صفحہ ۷۳۔ ان کے فیصلوں کو ایک طرح سے خدائی فیصلہ سمجھا جاتا تھا جن کے خلاف مرافعہ کا چارہ کار نہ تھا۔"^{۳۶}

زمرم کا مشہور اور تاریخی واقعہ ہے کہ چشمہ دوبارہ دریافت ہونے کے بعد اس کی ملکیت کا جھگڑا پیدا ہوا تو عبدالمطلب اور دوسرے اکابر مکہ ایک کاہن کے پاس گئے۔ عبدالمطلب نے اپنے ایک بیٹے کی قربانی کی منت

لے ادارہ تحقیقات اسلامی کی طرف سے برصغیر پاک و ہند میں اسلامی نظام عدل گستری نام کی ایک کتاب زیر طبع ہے۔ یہ

مضمون اس کتاب کا ایک باب ہے۔ مضمون کی پہلی قسط ملاحظہ ہو "فکر و نظر" نومبر ۶۸ء میں۔

کتاب صبح الاعشی للعلفشنیدی ج ۳ ص ۳۵۲۔ مطبع امیر یہ قاہرہ ۱۹۱۸ء (و طریقتہم فیہ ان

تجمع اکابر قبیلہ الذی ییدن بحضور رجال یشق وبہم المدفون لہ)

۳۵ ڈاکٹر حمید اللہ۔ ص ۱۹۔ (ماخوذ از ابن کثیر وغیرہ)

۳۶ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ لفظ کاہن۔

(الف) ابن ہشام سیرۃ سیدنا محمد رسول اللہ (طبع گائٹھن جن ۱۹۶۰ء) صفحہ ۹

کی تھی۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے بھی انھوں نے ایک کاہنہ سے رجوع کیا تھا۔^{۳۷}

(۳) تیسرا ادارہ "تحکیم" کا تھا۔ یعنی بعض شخصیتیں ثالث یا حاکم کا کام کرتی تھیں۔ چنانچہ ایام جاہلیت کا ایک مشہور حکم عامر بن ظرب العدوانی تھا۔ اس کے پاس ہر جگہ سے تحکیم کے لئے مقدمے والے آتے تھے۔^{۳۸} قبیلہ تمیم کے سردار موروثی طور پر پورے عرب کے حکم مانے جاتے تھے۔^{۳۹} یہ سردار کسی بڑے میلے کے موقع پر حکم مقرر ہوتے تھے۔ مثلاً عکاظہ کے میلے میں یہ سردار دیوانی اور فوجدار ہر قسم کے مقدموں کا فیصلہ کرتے تھے۔ ان فیصلوں کی خلاف ورزی میں رسوائی اور بدنامی کا ڈر ہوتا تھا۔ اور یہی تہدید تھی۔ غرض اس طرح کے بہت سے موروثی حکم عدل گستری میں حصہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کا ذکر اکثر مؤلفوں نے کیا ہے۔ ابن قتیبہ کے حوالے سے بعض مولف لکھتے ہیں کہ عیلام بن سلمہ ثقفی ہفتہ میں ایک دن اپنے ذاتی معاملات میں مصروف رہتا۔ ایک دن شاعری کے جلسوں میں حصہ لیتا اور ایک دن حکم بن کر جھگڑے چکانا کے قبیلہ واری حکم بھی ہوتے تھے۔ وقتی طور پر کسی کو حکم بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ قضی اور قضاعہ کی جنگ میں بنی کنانہ کے ایک شخص یعمر بن عوف کو حکم بنایا گیا۔^{۴۰}

ان تین طریقوں کے علاوہ ایک اور غیر معمولی طریقہ بھی زمانہ جاہلیت میں پایا جاتا تھا۔ شہر مکہ میں "حلف الفضول" کا ایک ادارہ قائم تھا، جس کا آغاز جرہمی زمانے سے معلوم ہوتا ہے۔ حرب فجار کے بعد یہ ادارہ زندہ ہوا۔ یہ ایک اجتماعی حلف تھا۔ اس کی ایک تاریخی اہمیت یہ ہے کہ خود جناب رسالت مآب صلعم نے بعثت سے قبل اس میں حصہ لیا تھا۔ یہ دراصل ایک رضا کار جماعت کا سمجھوتہ تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ شہری حدود میں جو مظلوم پائے جائیں ان کی مدد کی جائے اور ظالم کو سزا دی جائے۔^{۴۱} آنحضرت صلعم نے نبوت کے بعد بھی اس جماعت میں حصہ لیا اور اس پر آپ کو فخر تھا۔ یہ رضا کار جماعت بنو امیہ کے عہد کی ابتدا تک اپنے مقصد پر کام کرتی رہی۔

^{۳۷} ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲۰۔ ^{۳۸} ابن ہشام محولہ صفحہ ۷۸، ۷۹۔

^{۳۹} قال البائلندرز و تزعم مضرن امر الموسم و قضاء عکاظہ فی بنی تمیم سرزوقی بجوالہ ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲۰۔

^{۴۰} ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲۔ ^{۴۱} ابن ہشام محولہ صفحہ ۷۹۔

^{۴۲} ابن ہشام محولہ صفحہ ۸۵ و ۸۷۔ مسند احمد ابن حنبل جلد ۱ مطبع میمنیہ ۱۳۱۳ھ صفحہ ۱۹۔

بہر حال یہ اس زمانے کا تذکرہ ہے جبکہ عرب میں اسلام کی داغ بیل پڑ رہی تھی۔ اس سے پہلے کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوتے۔ اس کے لئے محض قیاس آرائی سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ مختصر سا نظام جو اسلام سے پہلے پایا جاتا تھا اور جسے صدیوں کے ارتقا کا نتیجہ سمجھنا چاہئے، کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہ تھا۔ بعض نظیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض طاقتور قبیلے اپنے رکن قبیلے کا خون بہا معمولی قبیلے کے رکن سے دگنا لیتے تھے^{۴۳} کسی آزاد شخص کا قاتل غلام ہو تو غلام کے علاوہ مالک یا کسی اور ساز و درشتہ دار کا سریدل میں طلب کیا جاتا تھا۔ غلام کے قتل پر آزاد قاتل سے کمتر معاوضہ ملتا۔ نیز عورت کی صورت میں بھی یہی حال تھا^{۴۴}۔ اس قاعدے کو اسلامی دور میں قرآن نے منسوخ کر دیا^{۴۵}

انصاف رسانی کے ان مختلف طریقوں کے باوجود زمانہ جاہلیت میں کسی مرکزی حاکم عدالت کا پتہ نہیں چلتا۔ وکیل وغیرہ نہ تھے۔ فریقین بذات خود انصاف چاہتے تھے۔ سب سے بڑی کمزوری اس نظام کی یہ تھی کہ تہدید صرف رائے عامہ پر موقوف تھی اور جب ملزم قبیلے کے دسترس سے باہر ہوتا تو ان کے ہاتھ میں صرف یہی حربہ تھا کہ ملزم کو "طرہ" یعنی ذات برادری سے باہر کر دیا جائے۔

(۲) عدل گستری زمانہ رسالت میں

اسلامی عدل گستری کا دوسرا بڑا ماخذ جناب رسالت مآب صلعم کا مبارک عہد ہے۔ کیونکہ اسی زمانہ میں زمانہ جاہلیت کے تمام ادارے اور رسم و رواج معطل قرار دیئے گئے۔ اور ۶۱۰ء سے جب اسلام کا ظہور ہوا، عرب میں ایک عالمگیر تحریک پیدا ہوئی اور دنیا کے لئے ایک نیا تصور حیات پیش کیا گیا۔ یوں تو مکہ ہی میں ایک اسلامی سماج بن گیا تھا۔ لیکن وہ مملکت نہ تھی۔ آنحضرت صلعم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو اسی وقت سے اسلامی مملکت کی بنیاد پڑی^{۴۶} جس دستور پر اس اسلامی مملکت کی تشکیل ہوئی، خوش قسمتی سے اس کا اصل متن لفظ بہ لفظ اب دستیاب ہو گیا ہے جو ۵۲ دفعات پر مشتمل ہے^{۴۷}

^{۴۳} ابن ہشام محولہ صدر صفحہ ۸۰۲ - ۸۰۳ - ^{۴۴} ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲۱

^{۴۵} آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام عورت کے بدلے عورت ہی قتل کئے جائیں (نہ کم نہ

زیادہ) قرآن مجید ۲: ۱۷۸

^{۴۶} اس مملکت کی حکومت اور نظم و نسق کے لئے دیکھیے۔ امیر علی۔ شارٹ ہسٹری آف دی سارا سنز۔ ص ۵۵-۶۲

^{۴۷} ڈاکٹر حمید اللہ۔ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور "محولہ صدر نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام ص ۳۴۱-۳۴۲

اس تاریخی وثیقہ کے بعض فقرات عدل گستری سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ فقرہ (۴ تا ۱۱) کے لحاظ سے انصار کا ہر قبیلہ اجتماعی طور پر اپنے تمام افراد کے ناجائز افعال کے مکانات کا ذمہ دار تھا۔ فقرہ (۱۳) میں یہ اصول قرار دیا گیا کہ انصاف منفرہ کے ہاتھ میں نہ ہوگا بلکہ پوری مسلم جماعت کا فرض سمجھا جائے گا۔ اور اس میں کسی کی رشتہ داری یا قربت کا لحاظ نہیں کیا جاسکتا۔ فقرہ (۲۲) میں حکم ہے کہ کسی قاتل یا مجرم کو کوئی شخص پناہ نہیں دے گا۔ اسی طرح فقرہ (۲۱) میں حکم ہے کہ کسی مسلمان کا قتل عمد سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔ البتہ مقتول کے ورثاء فدیہ لے کر قصاص معاف کر سکتے ہیں۔ فقرہ (۱۴) کے لحاظ سے اگر کسی غیر مسلم کے ولی مسلمان ہوں تو انہیں چاہیے کہ قاتل کے مسلمان ہونے کی صورت میں قصاص کا مطالبہ نہ کریں۔

اس وثیقہ کا فقرہ (۲۳) یہ ہے کہ ہر قسم کے مناسبات کے لئے آنحضرت کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔ یہ چیز نص قرآنی سے بھی ثابت ہے کہ "جب خدا اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن یا مومنہ کو اپنے معاملے کے متعلق کیسے اختیار رہ سکتا ہے" نیز یہودیوں سے جو دفعات متعلق ہیں، ان سے ظاہر ہے کہ فدیہ، دیت، ولاء اور جوار کے ادارے حسب سابق برقرار رکھے گئے (فقرہ ۲۵-۳۱-۴۰)۔ لیکن کوئی یہودی قریش اور ان کے ہمدردوں کو پناہ (جوار) نہیں دے سکتا (ف ۳۴)۔ عدل گستری حقوق عباد کا معاملہ ہے اور کسی شخص کو خود اپنے رشتہ داروں کی طرف داری نہیں کرنی چاہیے (ف ۳۶ ب-۳۱) نیز آنحضرت صلعم ہر قسم کے جھگڑوں میں آخری فیصلہ فرمائیں گے (ف ۴۲)

بہر حال اس دستور مملکت میں جو فی الواقع دنیا کے لئے ایک حیرت انگیز دستوری وثیقہ ہے، عالم اور مفسرین کی ترتیب بھی پائی جاتی ہے۔ اور یہ بڑی اہمیت رکھتی ہے بلکہ نظام عدل گستری میں تو ایک انقلاب ہو گیا، اور یہ دنیا میں ایک نئے تصور اور نئے پیرائے میں پیش ہوا۔ انفرادی انتقام کی جگہ عدل گستری کا ایک مرکزی ادارہ قائم ہو گیا اور افراد بلکہ قبیلوں سے بھی عدل گستری کا حق چھین لیا گیا اور یہ اختیار حکمران وقت کو ملا جو لقبیتش اور غیر جانبداری کا پابند تھا۔ انصاف کسی منفرہ کے ہاتھ میں نہیں رہا بلکہ وہ پوری مسلم جماعت کے فرائض میں داخل ہو گیا۔ یوں تو ہجرت سے پہلے بھی آنحضرت صلعم کی ذات مبارک اپنے پیروؤں کے لئے سرچشمہ عدالت تھی لیکن مدینہ آتے ہی آپ نے عدالتی حقوق و فرائض کا صاف تعین فرما دیا۔ گویا آپ کا فیصلہ آخری اور قطعی سمجھا جانے

لگا۔ کویغی مسلمانوں کے مقدمات ان کے شخصی قانون کے مطابق فیصلہ ہوتے تھے۔ قبیلہ واری افرانفری کی جگہ مرکزیت پیدا کرنے کی یہ بڑی کامیاب کوشش تھی جس کے لئے ایک شخصیت کو ہمہ گیر حکمران تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے بعد مرکزی حکومت نے جائدادی محاصل (یعنی زکوٰۃ - جزیہ وغیرہ) مسلمانوں سے فوجی خدمت (جہاد) لازم قرار دیے اور سب مرکزی حکومت کے موضوع قوانین کے پابند تھے۔

یہ نظام عدل گسٹری جو عہد نبوت میں صورت گیر ہوا تھا، بہت پر مغز اور بڑا سبق آموز ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیتوں سے آنحضرت صلعم پر یہ فرض عائد کیا گیا کہ آپ لوگوں کے باہمی تنازعات فیصلہ کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاتَّكُم مِّنْ بَيْنِهِمْ بِنَا انْزَلَ اللّٰهُ - اے رسول! لوگوں کے درمیان ان احکام کے بموجب فیصلہ کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل کئے ہیں۔

اسی طرح مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

فَلَا رِبْكَ لَا يُمُنُونَ حَتّٰى يَكْمُوْكَ فِىْهَا شَجْرٌ بَيْنَهُمْ شَمًّا لَا يَجِدُوْنَ اِىْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَّلِيْسُوْا تَسْلِيْمًا - اے رسول! تمہارے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے باہمی تنازعات میں تم کو حکم نہ بنا لیں اور پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی بار محسوس نہ کریں اور تمہارے ہر حکم اور فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔

حضرت پیغمبر اسلام نے ہجرت سے پہلے ہی بیعت عقبہ کی رو سے ہر قبیلے میں "نقیب" مقرر فرمائے تھے جو اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے تھے۔ اور قبیلوں کے اندر نظم قائم رکھتے تھے۔ نقیب کے تحت ہر دس آدمیوں پر ایک عہدہ مقرر تھا، جسے "عرف" کہتے تھے اور اس نظام سے بوقت ضرورت عام استنصاب میں بھی مدد لی جاتی تھی۔ جب نقیب کے فیصلے سے ناراضی ہوتی تو آنحضرت کے پاس رافعہ ہونا تھا۔ مدینے میں آپؐ بہ نفس نفیس تمام عدالتی فریق انجام دیتے تھے لیکن جب مملکت وسیع ہوتی گئی اور انتظامی کام بڑھ گیا تو مدینے میں آنحضرت صلعم نے چند مفتی (یعنی قاضی) کے مقرر فرمادیے جو فیصلے کیا کرتے تھے نہ البتہ

ان کے فیصلوں کے خلاف آنحضرت صلعم کے پاس مرافعہ ہوتا تھا اسے ہر علاقہ کا والی نہ صرف حاکم یعنی عاملانہ عہدہ دار ہوتا تھا بلکہ وہ عدلیہ کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا اور حضرت عتاب بن اسید بن ابی العیص بن عبد شمس اموی کو مکہ کا والی مقرر کیا تھا۔ یہ حاکم خود سرکار و عالم کی زندگی میں مقدمات فیصل کرتے تھے۔ ایسی بھی نظیریں ملتی ہیں کہ وقتی طور پر خاص مقدمات کی سماعت کے لئے قاضی مقرر کئے گئے۔ اور مستقل قاضیوں کی طرح ان کے فیصلوں کے خلاف بھی آنحضرت صلعم کے پاس مرافعہ ہوتے تھے ۵۲ غرض خاص مدینے میں ہر قبیلے کے عرفیت، نقیب، مفتی اور قاضی ابتدائی عدالت کے فرائض انجام دیتے اور انتہائی عدالت مرافعہ خود جناب رسالت صلعم کی ذات تھی۔ لیکن صوبوں اور قلعوں میں عامل یعنی گورنر ہی سپہ سالاری اور مالی فرائض کے علاوہ قاضی اور محتسب کا کام بھی کرتے تھے اور ان کی کارروائیوں اور فیصلوں کے خلاف آنحضرت صلعم کے پاس مرافعہ آتے تھے ۵۳ آنحضرت صلعم کے پاس استصواب بھی ہوتا تھا اور آپ عہدہ داروں کے غلط فیصلوں اور غلط کارروائیوں کی صورت میں بصیغہ نگرانی دخل بھی دیتے تھے۔

اب رہا قانون جس کے مطابق عدالت فیصلے صادر کیا کرتی تھی تو وہ قرآن اور حدیث کا مجموعہ تھا۔ کلام ربانی تو آنحضرت صلعم کی زندگی ہی میں مکمل ہو گیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ احکام جناب رسالت مآب صلعم کے قول اور فعل سے مستنبط ہوئے، وہ بھی قرآنی حکم کی بناء واجب التعمیل تھے! اس راست قانون سازی کے ذریعہ جو احکام مقرر ہو گئے تھے، ان کے فقہیہ، مجتہد قاضی سب ہی پابند تھے لیکن اجتہاد و صوابدید نیز استحسان کے ذریعہ اس قانون میں اور لچک پیدا کر دی گئی اور خود حضرت معاذ بن جبل کی بڑی نظیر موجود

۱۵ ڈاکٹر حمید اللہ۔ اسلامی عدل گستری اپنے آغاز میں مجلہ عثمانیہ ج ۱۱ (شمارہ لاو ۲) ۱۳۴۸ (۱۳۴۸) فصل (بحوالہ موطن) ۲۶

۵۲ مسند احمد بن حنبل مطبع مینینیہ ۱۳۱۳ھ ج ۲ ۱۸۷۱ و جلد ۴ ۲۰۵ و ج ۵ ۲۶۷۔ نیز دیکھیے شبلی:

سیرۃ النبی ج ۲ طبع دوم ۱۳۴۱ھ ص ۷۵ ۵۳ ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۲۶

۵۳ قرآن مجید ۲۳: ۲۱ و ۵۹: ۷ وغیرہ لیکن بعض حضرات نے اسلامی قانون کو بیرونی قوانین اور خصوصاً رومی و بیزنٹینی قانون کا خوشہ چین سمجھا جاتا ہے اور سنت نبوی کو محض فرضی چیز سمجھتے ہیں ملاحظہ ہو ڈاکٹر

سرن PROVINCIAL GOVERNMENT OF THE MUGHALS, ALLAHABAD, 1941, P. 336

لیکن یہ رائے یا توفیقہ اور اسلامی اداروں کے متعلق علم کی کمی کا نتیجہ ہے یا پھر تعصب کا اثر۔

ہے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو مین کا قاضی بنایا تھا اور ان کو جو ہدایتیں دی تھیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت نبوی میں کوئی چیز نہ ملے تو اجتہاد کیا جاسکتا ہے^{۵۵} اسی طرح جب حضرت عمرو بن حزم مین کے گورنر یا والی بنا کر بھیجے گئے تو ان کو آنحضرت نے تحریری ہدایت نامہ دیا جو دنیا کے لئے ایک یادگار چیز ہے۔ اس طویل وثیقے میں انہیں انصاف رسانی اور بے لاگ عدل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ تاکید کی گئی ہے کہ ظلم و ستم سے باز رہیں^{۵۶} اس ہدایت نامہ میں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ جسمانی مضر توں کی مختلف صورتوں میں متضرر کو کیا ہرجانہ ملنا چاہیے^{۵۷}۔ جو قاضی مامور ہوتے تھے ان کو یہ بتا دیا جاتا تھا کہ ان کے ایسے فیصلے جو صریح ہدایتوں کے خلاف صادر ہوں، وہ سب کا عدم مقصود ہوں گے^{۵۸}

لیکن انصاف میں قانون کی سخت پابندی کے بجائے استحسان یا نصفت کو بھی جگہ دی گئی تھی^{۵۹} اس تصور سے زمانہ جاہلیت کے بہت سے اصول ٹوٹ گئے اور اسلامی دور میں بہت سی نئی چیزیں پیدا کی گئیں۔ مثلاً عمدہ مشابہ عمد اور خطا میں فرق کیا گیا^{۶۰} اور نیت کا بڑا عنصر داخل کیا گیا^{۶۱} ایک اور جدت یہ ہوئی کہ معاملات اور جرائم کی ذمہ داری صرف انسانوں پر عائد کی گئی اور دیگر مخلوقات بری سمجھی گئیں۔ ورنہ زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی آدمی گڑھے میں گر کر مر جاتا تو وہ گڑھا اس کا خون بہا قرار دیا جاتا اور وارثوں کی ملک قرار پاتا۔ آنحضرت نے کسی کے پوچھنے پر فرمایا تھا کہ ”بے زبان جانور اور کان اور کنوئیں پر ضرر رسانی سے کوئی ذمہ داری نہیں^{۶۲} لے انصاف کے معاملے میں اسلام میں بڑے چھوٹے سب برابر ہیں۔ خود جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے خلاف مقدمات کی سماعت فرمائی اور مدعیوں کے حق میں فیصلے فرمائے۔ عدالت کے باب میں سعی و سفارش کی قطعی ممانعت فرمادی گئی۔ چنانچہ آپ کے ایک بہت ہی محبوب مولیٰ زادہ اسامہ سے لوگوں نے سفارش

^{۵۵} عبدالحفیظ صدیقی، اسلامی عدل گستری۔ حیدرآباد۔ ۱۹۴۶ء ص ۳۱

^{۵۶} ابن ہشام محمولہ صدر صفحہ ۹۶۱-۹۶۲۔ طبری تاریخ لیڈن ۱۸۷۹ء۔ ۱۹۱۰ء ص ۷۷ تا ۷۸

^{۵۷} موطا۔ باب العقول سے من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فہورد (مسلم ۳: ۱۰۰ تا ۱۰۱)

من استعملنا علی عمل فلیات لقلیلہ وکثیرہ۔ فما اوتی منہ افذو ما نھی عنہ انتھی (البرہان)

۲۳: ۵) صفحہ ۲۷ سے قرآن مجید ۵: ۴۵ خدا عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

۶۰ خطبہ حجۃ الوداع۔ ۱۱۱ انما الاعمال بالنیات۔ حدیث۔ صحاح ستہ

۶۲ ابو یوسف۔ کتاب الخراج۔ بولاق ۱۳۰۲ھ ص ۱۳

کرائی۔ اس وقت آپ کا مشہور ناریخی فقرہ بخاری کی صحیح اور دوسری کتابوں میں اب تک محفوظ ہے کہ محمد کی بیٹی فاطمہ بھی اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ (بخاری وغیرہ) اس اسلامی اصول اور آنحضرت صلعم کے طرز عمل سے اسلامی عدلیہ کی جو اہمیت پیدا ہوئی وہ اپنے اندر بڑی جاذبیت رکھتی ہے۔ اس کو افلاطون کے الفاظ میں عدل مطلق کہنا چاہیے۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی اس کی نظیریں ملتی ہیں کہ یہ خلفاء اپنے خلاف فیصلے سننے کے لئے بذات خود قاضی کے روبرو حاضر ہوتے تھے بلکہ سچ پوچھتے تو اموی اور عباسی دور کے بہت سے خود سر بادشاہ بھی اس پر عمل کرتے رہے اور یہی طرفیہ مصر، اسپین اور ہندوستان میں بھی باقی رہا۔ جناب رسالت مآب صلعم کا عدل مطلق آپ کے آخری خطبے سے ظاہر ہوتا ہے جس میں آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ اگر کوئی مجھ پر ذمہ داری ہے تو اس کی تلافی کے لئے میں حاضر ہوں۔ اس پر ایک شخص نے چند درہم قرض کا مطالبہ کیا جس کی ادائیگی کر دی گئی تھی۔

آنحضرت نے عدل گستری کا یہ بنیادی اصول قرار دیا کہ بغیر ثبوت کے کسی دعوے کو صحیح نہیں مانا جاسکتا۔ چنانچہ حدیث میں امور تنفیخ طلب اور پیش شدہ شہادت کی جانچ کے لئے بہت سے احکام ملتے ہیں مثلاً قاضی کا فرض ہے کہ وہ روئداد پر فیصلہ کرے اور اپنی نجی معلومات کو داخل نہ کرے۔ دونوں فریق کا بیان سننے کے بعد فیصلہ کیا جائے۔ ابن الزبیر سے روایت ہے کہ حاکم عدالت کے سامنے فریقین مقدمہ کا حاضر رہنا اور دونوں کی شہادت پیش ہونا ضروری ہے۔ اللہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ وہ خود شہادت اور روئداد پر فیصلہ فرماتے

۶۳ سرخی مبسوط ج ۱۶ ص ۴۳، ۴۴، ۱۲۲، ۶۳ محمد اللہ صفحہ ۱۶

۶۵ مولانا شبلی سیرۃ النبی جلد ۲۔ مطبع معارف اعظم گڑھ طبع دوم ۱۳۴۱ھ، صفحہ ۲۹۹ تا ۳۰۲

۶۶ مسند احمد بن حنبل ج ۱ مطبع میمنیہ ۱۳۱۳ھ صفحہ ۳۴۳-۳۶۳

۶۷ حضرت علیؑ کو ہدایت بحوالہ کتبخانہ العمال اور ابن جریر اور احادیث صحیحہ، حاجی محمد بن عبداللہ النجم الثاقب فی اقصیٰ علی بن ابی طالب (حیدرآباد وکن ۱۳۶۰ھ) (ص ۱۱۵-۱۱۷)؛ جب تم مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان فیصلہ کرنے بیٹھو تو سب سے پہلے دونوں کا بیان سن لو۔ جب تم دونوں کا بیان سن لو گے تو تم پر مقدمہ کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی اور فصل خصومات میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔ نیز ملاحظہ ہو ترمذی ۱۳: ۵

اللہ مرزا ابوالفضل محولہ صدر حدیث نمبر ۳۷۵

البرادور ۶: ۲۲

ہیں۔ نیز آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اور انسانوں کی طرح آپ سے بھی غلطی کا امکان ہے کیونکہ جب لوگ فیصلہ کے لئے آتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی فریق اپنا معاملہ اچھے پیرائے اور بہتر انداز میں پیش کرے اور اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائے۔ سہ اسی طرح آنحضرت صلعم نے عدالت کا یہ اہم ضابطہ مقرر فرمایا کہ بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور مدعی ثبوت نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ کو مسترد دی جائے ۶۸۔ اگر مدعا علیہ کے پاس جوابی ثبوت نہ ہو تو مدعی حلف کے ذریعہ اپنے ناقص ثبوت کی تلافی کرے اور ہر حال میں دو گواہ ضروری قرار دیئے جائیں، لیکن ایک سے زیادہ گواہ پیش نہ ہو سکے تو حلف پر فیصلہ کیا جائے ۶۹۔

ان مقدمات میں جہاں ماہرین کی رائے ضروری تھی۔ مثلاً تعمیرات۔ زراعت وغیرہ کے مقدمات میں آنحضرتؐ ماہرین کی رائے پر فیصلہ فرماتے تھے نئے فوجداری مقدمات میں ختم تحقیقات تک ملزموں کو اور قرض کی ادائیگی تک مدعیوں کو حوالات میں رکھا جاتا تھا نیز حاضری کا چھپکھ بھی لیا جاتا تھا۔ اُسے اسلامی قانون اور عدل گسٹری کے لئے دو قسم کی تہذیبیں تھیں۔ ایک تو حکومت کی طاقت تھی، اور دوسری احکامِ خداوندی کی غفلت۔ یعنی تمام اسلامی قوانین احکامِ خداوندی ہیں اور ہر فرد پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن دونوں طرح احکامِ خداوندی کی پابندی کرے اور گناہ سنچے اور یومِ حشر و حساب سے ڈرے۔

(۲) جبل الرحمة کا خطبہ ۷۲ جناب رسالت مآب صلعم نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر

۱۰۔ مسلم ۳۰: ۴۰۔ ترمذی ۱۳: ۱۱۳۔ ۱۱۔ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ (والیمین علی

من انکب) بخاری و مسلم۔ نیز ملاحظہ ہو: (W. GOLDSACK: SELECTIONS FROM MUHAMMADAN TRADITIONS, P. 195.) ۶۹ ابن ماجہ ۳۶: ۸۔ نسائی ۴۹: ۳۶۔ ترمذی ۱۳: ۱۲۔ ۷۰ ڈاکٹر حمید اللہ، صفحہ ۳۵ (بجوالہ کتابی۔ کتاب الاموال وغیرہ) ۷۱ ڈاکٹر حمید اللہ، صفحہ ۳۴ (بجوالہ البوداود۔ قرطبی۔ کتابی)

۷۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ابن ہشام محمولہ صدر، صفحہ ۹۶۶ تا ۹۷۰۔ تاریخ طبری لیڈن ۱۸۷۹-۱۸۸۰ء صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۵۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، صفحہ ۱۲۲-۱۲۳۔ البیان والتبیین للمجاہد ج ۲ صفحہ ۲-۲۶۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳۰۔ سیرۃ محمدیہ از محمد کرامت علی دہلوی الموسوی نوشتہ و مطبوعہ حیدرآباد دکن۔ باب حجۃ الوداع۔ امیر علی: اسپرٹ آف اسلام (۱۹۳۵ لڈن) صفحہ ۱۱۔ مختارات الادب مرتبہ ربیعان المصری (۱۹۳۷ع) مطبع مصر۔ صفحہ (۲۶-۲۸) (۴۸)

جیل رحمت سے جو یادگار تاریخی تقریر فرمائی وہ یوں تو عالم اسلام کے لئے ایک عظیم الشان منشور اساسی ہے لیکن یہ تقریر اسلامی عدل گستری کے لئے بھی ایک بڑا پروانہ اور اعلان حقوق انسانی ہے۔ جناب رسالت مآب صلعم نے اس خطبے میں فرمایا کہ انسان کے تین حقوق ہیں یعنی جان، مال اور آبرو^۳ اور یہ قابل احترام ہیں۔ امانت اور قرض واپس کئے جائیں۔ زمانہ جاہلیت کا سود ممنوع ہے۔ اور سب سے پہلے میں (حضرت) عباس کے سود کا عدم قرار دیتا ہوں..... زمانہ جاہلیت میں جو خون ہوئے وہ اب فراموش کر دیئے جائیں اور لوگ اب انتقام کا خیال نہ کریں۔ خود میں اپنے چچا زاد بھتیجے کا خون معاف کرتا ہوں..... قتل عمد میں قصاص لیا جائے گا اور شبہ عمد میں سوا نط خون بہا..... میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں..... سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ بلا رضامندی کوئی کسی کا مال نہ لے اور نہ آپس میں جنگ و جدل ہو..... سب لوگوں کا ایک خدا ہے اور سب انسانوں کا باپ بھی ایک ہے۔ تم آدم سے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ خدا کے نزدیک تم میں سب سے محترم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور دیندار ہو۔ ورنہ کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں..... وراثت کے حصے خدا نے مقرر فرمادیئے ہیں۔ وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کی نہیں ہو سکتی۔ بچہ عورت کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملیں گے۔ نسب اور ولاء میں جھوٹے وعوے اور جھوٹی طوشتشیں ملعون افعال ہیں... وغیرہ یہ دراصل اعلان حقوق انسانی ہے۔ عدل اور عدل گستری سے متعلق خطبہ حجۃ الوداع کی مثال دنیا کے کسی تمدن میں موجود نہیں۔ یہ بھی اسلامی عدل گستری کا بڑا ماخذ ہے۔

عہد نبوی صلعم کے بعض صیغہ جات

قضاء | آنحضرت صلعم کے عہد نبوت میں عہدہ قضاء قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل کو حضور نے خود میں کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ لیکن مدینہ اور اس کے مضافات کے تمام مقدمات کا آپ خود فیصلہ فرماتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں آپ کے بے شمار فیصلے ملتے ہیں۔ احادیث کی کتاب البیوع میں دیوانی کے مقدمات اور کتاب القصاص والدیات وغیرہ میں فوجداری کے مقدمات مذکور ہیں۔

احتمساب | آنحضرت کے عہد مبارک میں محکمہ احتساب قائم نہیں ہوا تھا بلکہ حضور خود ہی اس فرض کو ادا فرماتے تھے۔ لوگوں کے جزئیات، اخلاق اور فرائض مذہبی کے متعلق آپ دار و گیر فرمایا کرتے تھے۔ تجارتی معاملات

لئے جان، مال اور آبرو میں فوجداری۔ دیوانی اور ٹارٹ آ جاتے ہیں۔

اور جو عمال یمن میں تھے ان کے صدقات جمع کرنے کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی ۷۸

پولیس | آنحضرتؐ کے عہد میں اس کی ابتدائی شکل پیدا ہو چکی تھی۔ چنانچہ قیس بن سعد اس خدمت کو انجام دیتے تھے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے ۷۹ باضابطہ طور پر پولیس کا محکمہ خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی قائم نہیں ہوا تھا اور اس کی ابتدا بنو امیہ کی سلطنت میں ہوئی ۸۰

جلاد | مجرموں کی گردن مارنے کی خدمت حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ، مقداد بن الاسودؓ، محمد بن مسلمہؓ، عاصم بن ثابتؓ، صحابک بن سفیان کلابی کے سپرد تھی۔ ۸۱

عہد نبوی کی بعض نظیریں

عبداللہ بن سہیل کو خیر کے یہودیوں نے شہید کر دیا۔ مقتول کے وارث مہیبہ نے آنحضرتؐ کے پاس مقدمہ دائر کیا لیکن اس واقعہ کی کوئی عینی شہادت پیش نہ کر سکے۔ آنحضرتؐ نے بیت المال سے ایک سو اونٹ خون بہا میں دلوا دیئے ۸۲

جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرتؐ کے سامنے اپنی دو لڑکیوں کو لے آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دونوں ثابت بن قیس کی لڑکیاں ہیں جو احد میں شہید ہوئے۔ ان کے چچانے ان کی ساری جائیداد غصب کر لی اور ان لڑکیوں کو کچھ نہیں دیا۔ بغیر جائیداد کے ان لڑکیوں کی شادی بھی نہیں ہو سکتی۔ یا رسول اللہ! آپ انصاف فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا ہی اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد سورۃ نساء نازل ہوئی اور آنحضرتؐ نے اس عورت اور لڑکیوں کے چچا کو بلا کر فرمایا کہ موخر الذکر (دو تہائی) جائیداد دونوں لڑکیوں کو دے دے اور آٹھواں حصہ) اس عورت کو۔ اور اس تقسیم کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ خود لے لے ۸۳

آنحضرتؐ کے پاس ایک شخص کسی آدمی کو پکڑ لایا اور عرض کیا کہ اس آدمی نے میرے بھائی کو قتل کر دیا۔ آپ

۷۸ مسند ابن حنبل ج ۵ بحوالہ شبلی: سیرۃ النبی جلد ۲۔ طبع دوم۔ ۱۳۴۱ھ۔ ص ۶۵

۷۹ بخاری کتاب الاحکام۔

۸۰ فتح الباری ج ۱۳ بحوالہ شبلی: سیرۃ النبی ج ۲ محولہ صدر ص ۶۹

۸۱ زاد المعاد ابن قیم ء ء ء ء ء ء ص ۶۹

۸۲ ایضاً

۸۳ بخاری و نسائی بحوالہ محمد اللہ

نے فرمایا "جاؤ اس کو بھی اسی طرح مارڈالو جس طرح اس نے تمہارے بھائی کو مارا ہے۔ قاتل نے اس شخص سے کہا، خدا سے ڈرو اور مجھے معاف کر دو کیونکہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ مجھ کو چھوڑ دو اور تمہارے لئے اور تمہارے بھائی کے لئے بھی بہتر ہے کہ معاملہ یوم حشر پر چھوڑ دے۔ اس پر اس شخص نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ بعد میں جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ قاتل نے کیا کہا تھا تو ارشاد فرمایا "قصاص کے بدلے یہی بہتر تھا کہ مقتول آدمی حشر کے دن قاتل کے سامنے خدا سے فریاد کرے کہ یا اللہ! اس شخص سے پوچھ کہ اس نے میری جان کیوں لی؟" ۸۴

ایک شخص آنحضرتؐ کے سامنے آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ فریاد کی کہ یا رسول اللہ! اس شخص نے میرے بھائی کی جان لی۔ رسول اکرمؐ نے پوچھا "کیا تم نے اسے مارا؟" اس شخص نے کہا کہ اگر یہ حرم کا اقبال نہ کرے تو میں شہادت لاؤں گا۔ ملزم نے کہا "ہاں میں نے اسے مارا ہے۔" آنحضرتؐ نے سوال فرمایا "کس طرح؟" اس نے کہا "مقتول اور میں دونوں ایک جھاڑ کے پتے توڑ رہے تھے مقتول نے مجھے گالیاں دیں اور بہت مشتعل کر دیا۔ میں نے اپنی کپڑی اس کے سر پر ماری اور وہ مر گیا۔ لیکن میرا مقصد اس کی جان لینا تھا۔" آنحضرتؐ نے پوچھا "کیا تمہارے پاس کچھ سرمایہ ہے جس سے خون بہا ادا کر سکو؟" اس نے جواب دیا کہ میرے پاس جسم کے کپڑے اور کپڑی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس پر آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا "کیا تمہارا کوئی ایسا ہے جو تم کو کچھ دے سکے؟" اس نے کہا "میں اپنے لوگوں میں سب سے زیادہ بد ہوں اور کوئی مجھے نہیں دے سکتا۔" آنحضرتؐ نے ایک کپڑا اس کی طرف پھینک دیا اور مستعینت سے فرمایا "اپنے ساتھی کو گرفتار کر لو۔" جب وہ جانے لگے تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "اگر یہ شخص اسے مار ڈالے تو یہ بھی اسی کے جیسا ہوگا۔" اس پر اس شخص نے پلٹ کر کہا "آپ نے جو فرمایا وہ میں نے سن لیا لیکن آپ ہی کی اجازت سے تو میں نے اسے گرفتار کیا ہے۔" آنحضرتؐ نے سوال کیا "کیا تمہاری یہ خواہش نہیں کہ اس کا گناہ اسی کی گردن پر رہے اور تمہارے بھائی کا گناہ بھی اسی کی گردن پر رہے؟" اس نے عرض کیا "جی ہاں یا رسول اللہ! آنحضرتؐ نے فرمایا "تحقیق کر یہ ایسی ہی بات ہے۔ اس پر اس شخص نے قاتل کو چھوڑ دیا ۸۵

ہلال بن امیہ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور فریاد کی کہ ان کی بیوی نے تشارک بن سہیم کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے قرآنی اصول کے مطابق چار گواہ طلب فرمائے اور فرمایا کہ اگر وہ شہادت نہ دے سکے تو لعان

۸۴ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ بجاوالمرزا ابوالفضل محولہ صدر ص ۱۹۱ حدیث ۱۹

۸۵ مسلم، ابوداؤد اور نسائی بجاوالمرزا ابوالفضل محولہ صدر ص ۱۹۳-۱۹۴ حدیث (۸۲۱)

۸۶ قرآن مجید ۴: ۱۵-۲۳: ۴

کی سزا یعنی اسی دسے لگائے جائیں گے۔ اس پر ہلال نے کہا "میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ خدا اپنا حکم بھیج کر مجھے کوڑوں سے بچائے گا۔" اسی کے بعد یہ آیت قرآنی نازل ہوئی کہ "جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں لیکن شہادت پیش نہیں کر سکتے اور صرف اپنے کو شہادت میں پیش کر سکتے ہیں تو ان کے لئے بھی یہی شہادت ہے کہ وہ چار دفعہ خدا کی قسم کھا کر بیان کریں کہ وہ سچ بولتے ہیں اور پانچویں مرتبہ کہیں کہ اگر وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں تو خدا کی ان پر لعنت ہو۔" ۸۷ لیکن عورت چار بار خدا کی قسم کھا کر کہے کہ اگر وہ جھوٹ بولتی ہو تو اس پر خدا کی لعنت ہو تو عورت پر سے سزا اٹھ جائے گی ۸۸ اسی بنا پر آنحضرتؐ نے ہلال کو حلف لینے کی اجازت دی عورت نے بھی حلف لیا۔ اس عورت کے بعد میں ایک بچہ بھی ہوا جو شاک کے مشابہ تھا لیکن اسے سزا نہیں دی گئی کیونکہ لعان کا ضابطہ اس کے مانع تھا ۸۹

دو آدمی آپ کے پاس اپنے مقدمہ کے فیصلے کے لئے آئے۔ وراثت کا معاملہ تھا۔ آپ نے ان کا حال سننے سے پہلے ارشاد فرمایا کہ "تم دونوں رسول اللہ کے پاس اپنے جھجکٹے کے تصفیے کے لئے آئے ہو۔ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص چرب زبانی سے ایسی دلیلیں پیش کر دے جو دوسرا پیش نہ کر سکتا ہو اور میں ان ہی دلیلیوں کے مطابق فیصلہ کروں گا جو میرے سامنے پیش کی جائیں گی۔ لیکن یاد رکھو کہ جو شخص میرے فیصلے کے باوجود اپنے بھائی کی جائیداد کا کچھ حصہ ناجائز طور پر حاصل کرے تو دراصل وہ اپنے لئے آگ کا ٹکڑا حاصل کرے گا۔ قیامت کے وہ آگ کے گلے میں ہوگی اور وہ خود اسے زیادہ بھر کائے گا۔" یہ سن کر دونوں شخص رو پڑے اور ہر ایک نے کہا میں اپنا حق اپنے بھائی کو دیتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا "جاؤ اور جائیداد کو حق اور انصاف اور احکام شریعت کے مطابق آپس میں تقسیم کر لو۔" ۹۰

۸۸ سے قرآن مجید ۲۴: ۹، ۸

۸۷ سے قرآن مجید ۲۴: ۷، ۶

۸۹ بخاری بحوالہ محمد اللہ محمولہ صدر ص ۴۴ تا ۱۵

۹۰ سے مسند احمد بن حنبل بحوالہ عنونوس: تاریخ القضاء فی الاسلام (اردو ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی، لاہور) ص ۳۵